شریعت، طریقت اور اجتماعیت پر مبنی دینی شعور کا نقیب

ماہنامہ

رحیمیہ

لاہور

زیرِ سرپرستی: حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ مسند نشین سلسلہ عالیہ رحیمیہ رائے پور

مجلس ادارت

صدرِ مجلس: ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن

مدیرِ اعلیٰ: مفتی عبدالخالق آزاد

مدیر: محمد عباس شاد

جون 2010ء / جمادی الآخری، رجب المرجب ۱۴۳۱ھ رجسٹرڈ نمبر 123-R جلد نمبر 2 ، شمارہ نمبر 6 ☆ قیمت فی شمارہ: مبلغ 10 روپے ☆ سالانہ ممبر شپ : مبلغ 150 روپے

ترتیب عنوانات

درسِ قرآن............. امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ 2

درسِ حدیث............. حضرت مولانا خواجہ عبدالحی فاروقیؒ 2

اداریہ................................. مدیرِ اعلیٰ 3

عرب لیگ کا اجلاس اور عربوں کا اتحاد........ مرزا محمد رمضان 3

خطبہ جمعۃ المبارک..................... مفتی عبدالخالق آزاد 4

رفتارِ کار........................... عتیق الرحمٰن ایڈووکیٹ 6

دینی مسائل.......................... مفتی عبدالغنی قاسمی 7

حضرت اقدس مولانا خواجہ خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتقالِ پُر ملال 8

تحریر: مفتی عبدالخالق آزاد ....

اہم اعلان.. 8

مجلس مشاورت

حضرت مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی (بورے والا)

حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر (چشتیاں)

حضرت مولانا مفتی عبدالغنی قاسمی (لاہور)

حضرت مولانا محمد مختار حسن (نوشہرہ)

حضرت مولانا پروفیسر حسین احمد علوی (چشتیاں)

حضرت مولانا صاحبزادہ رشید احمد (ڈیرہ اسماعیل خاں)

محترم محمد اسلوب قریشی (لاہور)

محترم سید مطلوب علی زیدی (لاہور)

حضرت مولانا مفتی محمد اشرف عاطف (سعودی عرب)

محترم سید اصغر علی شاہ بخاری (پیر جو گوٹھ)

محترم ڈاکٹر لیاقت علی شاہ معصومی (سکھر)

محترم سید سیف الاسلام خالد (راولپنڈی)

محترم ڈاکٹر عبدالرحمٰن راؤ (سرگودھا)

محترم انجینئر آفتاب احمد عباسی (کراچی)

حضرت مولانا قاری تاج افسر (اسلام آباد)

حضرت مولانا محمد ناصر عبدالعزیز (جھنگ)

حضرت مولانا قاضی محمد یوسف (حسن ابدال)

حضرت مولانا عبداللہ عابد سندھی (شکارپور)

خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے دوسرے مسند نشین

حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ نے ارشاد فرمایا

ایک صاحب نے حضرت اقدس رائے پوری ثانی کی خدمت میں بیان کیا کہ پنجاب کے وزیرِ اعظم نے اپنی گندم کنٹرول نرخ سے زیادہ پر فروخت کی ہے۔ اور عام کھانے والوں کو بلیک کر کے دی جا رہی ہے۔ تو حضرت والا نے فرمایا کہ:

’’یہ سنا تو کسی دن پہلے بھی تھا، مگر جی باور نہیں کرتا تھا کہ وزیرِ اعظم بھی ایسا کر سکتا ہے۔ پھر تو اندھیر مچ جائے، مگر اب آپ وہاں کے رہنے والے اور پورے واقف بتا رہے ہیں تو حیرت ہوتی ہے۔...... جب اتنی ذمہ داری والے لوگ ایسا کر رہے ہوں تو ملک کا انتظامی نظم و نسق کیسے بہتر ہوگا۔ مجھے تو اس کا یقین نہیں آتا تھا، مگر آپ سے سن کر حیرت ہوتی ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ یہ زمین دار لوگ عام طور پر ہر جگہ کے خود غرض اور جابر و ظالم ہوتے ہیں۔ خواہ یو۔پی ہو یا پنجاب۔‘‘

(مجلس: ۱۱ر صفر ۱۳۶۶ھ، مطابق 05 جنوری 1947ء، بمقام ڈھڈیاں)

(ارشادات از حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ، ص 187، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ، 25 لوئر مال، لاہور)

شعبہ مطبوعات

ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ (ٹرسٹ رجسٹرڈ)

مین کیمپس لاہور

رحیمیہ ہاؤس، 33/A کوئینز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور

092-42-36307714 , 36369089 www.rahimia.org

ریجنل کیمپس کراچی
رحیمیہ ہاؤس 9/A، سینٹر پوائنٹ سوسائٹی، بلاک نمبر 21
راشد منہاس روڈ، فیڈرل بی ایریا، کراچی
0092-21-36321616 , 36320707

ریجنل کیمپس سکھر
فلیٹ نمبر 111، 1st فلور، رائل اپارٹمنٹ
ریس کورس روڈ، سکھر
0092-71-5615185

ریجنل کیمپس ملتان
رحیمیہ ہاؤس 30/A، سٹریٹ نمبر 2، خان کالونی
چونگی نمبر 7، ایل ایم کیو روڈ، ملتان
0092-61-6212021

سالانہ ممبر شپ کی رقم ’’ناظم دفتر‘‘ کے نام ارسال کریں، اپنا پتہ صاف اردو میں اور خوشخط لکھ کر بھیجیں۔ ● پرچہ ہر ماہ کی 3 اور 4 تاریخ کو ارسال کر دیا جاتا ہے۔

رحیمیہ کا انگلش ایڈیشن ہماری ویب سائٹ پر پڑھا جا سکتا ہے۔

www.rahimia.org

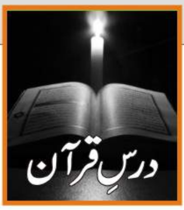

مسلمان جماعت
اللہ کی صفات کا مظہر ہے

تشریح: امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ۝ (1:62)

ترجمہ: ''جو مخلوقات آسمانوں میں اور جو زمین میں ہیں، اللہ کی تسبیح کرتی ہیں۔ وہ بادشاہ، پاک ذات، غالب، حکمت والا ہے۔''

اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کے ان اسمائے حسنیٰ (1) اَلْمَلِكُ (2) اَلْقُدُّوْسُ (3) اَلْعَزِيْزُ (4) اَلْحَكِيْمُ کا کامل ظہور ہو رہا ہے۔ چناں چہ خدا کے سوا کوئی شخص اپنے آپ کو حقیقی اور مطلق معنوں میں الملک (بادشاہ) نہیں کہہ سکتا۔ ساری کائنات میں حکومت اور بادشاہی دراصل اللہ ہی کی ہے۔ اسی طرح کوئی شخص اپنے آپ کو عیوبِ ظاہری و باطنی سے قدوس (پاک) نہیں کہہ سکتا۔ کائنات کی ساخت صرف اللہ ہی کو کامل اور اکمل طور پر تمام عیوب سے پاک ثابت کرتی ہے۔ ایسے ہی حقیقی عزت اور اس کے ذریعے سے غلبہ صرف اللہ کو حاصل ہے۔ اور سب کی عزتیں اور غلبے، اس کے غلبے اور عزت کے دُھندلے نقوش ہیں۔ حکیم بھی حقیقت میں اللہ ہی ہے، جو اس کائنات کا خالق، باری اور مصور ہے۔ وہی اس کائنات کے تمام اجزا اور ان کے باہمی ربط اور ان کی اندرونی روح سے واقف ہے۔ پس حکمت کا مالک اصل میں اللہ ہی ہے۔

اللہ تعالیٰ جو اَلْمَلِكُ، اَلْقُدُّوْسُ، اَلْعَزِيْزُ اور اَلْحَكِيْمُ ہے، ان صفات کے تقاضوں پر انسان کو ترقی دینا چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ انسانوں کو اپنی بادشاہی میں نیابت اور خلافت دینا چاہتا ہے۔ اور وہ چاہتا ہے کہ جیسے اس کا حکم ملائک (فرشتوں) کے ذریعے سے آسمانوں میں پورا ہوتا ہے، اسی طرح نوعِ انسانی میں بھی اس کا حکم پاک باز اور فرشتہ خصلت انسانوں کے ذریعے سے پورا ہو۔

اللہ تعالیٰ قدوس ہے۔ وہ تمام عیوب سے پاک ہے۔ اس کے نام کی جو حکومت قائم ہو اور اس کے نام سے جو تعلیم دی جائے، اس میں بھی انسانی عیوب پیدا نہیں ہونے چاہئیں۔ بلکہ وہ جماعت جو اللہ کے نام کی حکومت پیدا کرے۔ انسانی کمالات کا بہترین مظاہرہ کرے۔ اور اس میں اللہ کی قدوسیت کا رنگ (صبغت اللہ) غالب ہو۔ دنیا کی حکمران جماعتوں میں جتنے عیوب پائے جاتے ہیں۔ ان سے یہ جماعت نسبتاً پاک ہو۔ ایسے ہی دنیا کی معلم جماعتوں میں جس قدر غلطیاں راسخ ہو چکی ہیں۔ قدوسیوں کی یہ جماعت ان سے بھی پاک ہو۔ یہ اللہ کا منشا ہے۔ اور قدوسیتِ الٰہی کے مناسب ہے۔

اللہ تعالیٰ ان قوموں کو جو قرآن حکیم کی تعلیم بلند کریں، عزت دینا چاہتا ہے۔ وہ اس تعلیم کے ذریعے سے دنیا میں غلبہ حاصل کریں گی۔ اور آخرت میں بلند مراتب پر فائز ہوں گی۔

عزت ایک دفعہ تو سیاسی یا فوجی غلبے سے حاصل ہو جاتی ہے، لیکن اسے صدیوں تک سنبھالنے کے لیے حکمت کی ضرورت ہوتی ہے۔ خدا اس جماعت کو حکمت بھی عطا کرنا چاہتا ہے تا کہ حکومت اور حکمت ان میں جمع ہو جائیں۔ کسی قوم میں حکومت سنبھالنے کی طاقت اتنی ہی ہوگی، جتنی اس میں حکمت ہوگی۔ فطرتِ انسانی کے جو طبعی تقاضے ہیں، ان کی پوری سمجھ پیدا کرنا ''الحکمت'' ہے۔ یعنی افرادِ انسانی، اقوام اور اصناف کے تقاضوں کو سمجھنا اور ان کو نوعی تقاضوں کے ماتحت لانا، ''حکمت'' ہے۔ افراد، اشخاص، اقوام اور اصناف کے تقاضے غیر متبدل نہیں ہیں، مگر انسانیت کے تقاضے مستقل اور غیر متبدل ہیں۔ چناں چہ قرآن حکیم کہتا ہے کہ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ (30:30) (اللہ کی پیدا کی ہوئی چیز میں کوئی تبدیلی نہیں) ان تقاضوں کو سمجھنا ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ (30:30) (یہ سیدھا دین ہے) ہے۔ ان تقاضوں کے مطابق قرآن کے احکام نافذ کرنا حکمت عملی ہے۔

اللہ چاہتا ہے کہ قرآن حکیم وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ (2:36) کے ذریعے سے انسانوں کو حکمت سکھائے۔ پس خدا کی حکومت، قدوسیت، عزیزیت اور حکیمیت کا تقاضا ہے کہ ایک نبی پیدا ہو، جو ساری نوعِ انسانی کے نوعی تقاضوں کا صحیح علم دے۔ اور یہ علم منظم طور پر اہلِ دنیا کو سمجھا دے۔

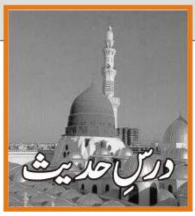

غلط فیصلوں میں قوم کی طرف داری کرنا؛

ایک جُرم

تشریح: حضرت مولانا خواجہ عبدالحئی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

عن ابن مسعود عن النّبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال من نصر قومہ علی غیر الحق فھو کالبعیر الذی ردیٰ فھو ینزع بذنبہٖ. (مشکوٰۃ شریف، کتاب الآداب، باب المفاخرہ، الفصل الثانی)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: جو ایسی بات میں، اپنی قوم کی طرف داری اور مدد کرے، جو ٹھیک نہیں ہے۔ اس کی مثال ایسے ہے، جیسے اونٹ کنوئیں میں گر پڑا۔ اب اس کی دُم پکڑ کر اس میں سے باہر کھینچا جا رہا ہے۔''

جھوٹی عزت و وقار میں گرفتار انسان آج بھی اس غلط مفروضے پر قائم ہیں کہ ہمیشہ اپنے ہم مذہب، ہم نسل اور ہم خاندان لوگوں کی حمایت کرنی چاہیے۔ خواہ وہ غلطی پر ہی کیوں نہ ہو۔ اس حدیث میں صراحت کے ساتھ اس بات سے منع کیا گیا ہے۔ اگر اپنے آدمیوں کی اور اپنی قوم کی صحیح کاموں میں مدد کی جائے تو البتہ یہ کام لائقِ تحسین و آفریں ہے، لیکن یہ کچھ اپنی قوم ہی پر منحصر نہیں ہے۔ کوئی بھی ہو، اگر وہ ٹھیک بات کہے، جو اَخلاقِ انسانی کے معیار پر پوری اُترتی ہے تو اس کی مدد کرنا ہمارا اَخلاقی فرض ہے۔ اسلام حق و راستی اور سچائی کا بول بالا دیکھنا چاہتا ہے، لیکن انسان کی پیدائشی کمزوری اس کے اَخلاق کو بھی پست کرنے کی طرف مائل رہتی ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ میری عزت جبھی رہ سکتی ہے، جب میں ہر حال میں اپنی ہی قوم کا ساتھ دوں۔

اس حدیث میں ایسی غلط روش کو بالکل صاف کر دیا ہے۔ الفاظ کے معنی بالکل ظاہر ہیں۔ کھلم کھلا اعلان کر دیا گیا ہے کہ جو آدمی یہ جانتے ہوئے کہ میری قوم غلط راستے پر چل رہی ہے۔ اس کی مدد کرے اور کہے کہ خواہ کچھ ہی ہو یہ میری قوم ہے۔ اور میری عزت اسی میں ہے کہ اسی کا ساتھ دوں۔ اسی کی ہاں میں ہاں ملاؤں۔ اس کی مثال ایک اونٹ کی طرح ہے، جو درحقیقت ایک گہرے کنوئیں میں گر گیا ہے۔ اور یہ اسے دُم پکڑ کر کھینچ رہا ہے تا کہ اونٹ کو باہر نکال لے۔ حال آں کہ بھاری بھرکم اور لمبے چوڑے اونٹ کی دُم پکڑ کر اُسے باہر کھینچا نہیں جا سکتا۔ یہ شخص غلط بات کی طرف داری کر کے گم راہی اور تباہی کے گڑھے میں جا پڑا ہے۔ اب اس کو اس سے نکلنا مشکل ہی سے نصیب ہوگا۔ ذرا سوچنا چاہیے، یہ کس قدر وزنی اور بہترین نصیحت ہے۔

حمایت اور طرف داری کے سلسلے میں اسلام کا واضح اُصول یہ ہے کہ نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون کرو، لیکن گناہ اور سرکشی کی باتوں میں ایک دوسرے کا تعاون نہ کرو۔ خواہ کوئی بھی ہو۔ کسی انسانی معاشرے میں انتشار اور فساد اسی وقت پیدا ہوتا ہے، جب کہ معاملات و معاہدات کرتے وقت نیکی اور پرہیزگاری کے اصول کو پیشِ نظر نہ رکھا جائے۔ بلکہ اپنے مفادات کی بنیاد پر معاملات طے کیے جائیں۔ اور اس میں سرمایہ، وسائل اور اختیارات کے دباؤ کی وجہ سے غلط بات کی حمایت کی جائے، جو کہ انسانی معاشرے کے لیے نقصان کا سبب بنتی ہے۔ ایسی حالت میں یقیناً وہ سوسائٹی زوال کا شکار ہو جائے گی۔ اس لیے دین اسلام کی تعلیمات دوٹوک انداز میں اپنے ماننے والوں کو یہ رہنمائی دیتی ہیں کہ سچی بات کہو اور سچے لوگوں کا ساتھ دو۔ اگر اس اصول کو پیشِ نظر رکھ کر سماجی زندگی کے معاملات گزارے جائیں گے تو معاشرہ ترقی کے راستے پر چلے گا۔

دانا اور عقل مند آدمی کی ذمہ داری ہے کہ وہ قوم کو درست راستے پر چلانے کی کوشش کرے۔ نہ کہ عام لوگوں کے غلط فیصلوں اور نامناسب آرا کے پیچھے چلے۔ خاص طور پر مسلمان جماعت کے قائدین پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ قوم کو درست راستے پر چلانے کے لیے ان کی صحیح رہنمائی کریں۔ نہ یہ کہ ان کی غلط باتوں کے پیچھے چلیں۔ مسلمانوں کے لیے اس حدیث میں بڑی اہم رہنمائی دی گئی ہے۔

اداریہ

اٹھارویں آئینی ترمیم اور ملکی تقاضے

اپریل کے مہینے میں پارلیمنٹ نے ملک کے آئین میں اٹھارویں آئینی ترمیم منظور کی ہے۔اس آئینی ترمیم کا بل تمام پارٹیوں کے باہمی اتفاق رائے سے ایوانِ بالا اور ایوانِ زیریں سے پاس ہوا ہے۔ بلاشبہ کسی ملک کا آئین، ملکی نظام چلانے کے لیے ایک بنیادی دستاویز کی اہمیت رکھتا ہے۔اور ملکی ضروریات کے مطابق اس میں ترمیمات کا ہونا ایک فطری عمل کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس دور میں جمہوری بنیادوں پر آئین سازی اور اس کے تقاضوں کو ملحوظ رکھنا ایک ایسی قومی ضرورت ہے، جس سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔اور یہ بات بھی بالکل درست ہے کہ اگر مخصوص طبقات اور اداروں کی جانب سے آمریت اور شخصی صوابدید پر مبنی اُمور کو آئینی دستاویز میں داخل کردیا جائے تو اس سے نہ صرف آئین کا حلیہ بگڑ جاتا ہے، بلکہ وہ خطے کے عوام کے لیے نقصان دہ اور ملکی وقار کو بھی ٹھیس پہنچانے کا باعث بنتا ہے۔

اس موقع پر اس حوالے سے غور وفکر ضروری ہے کہ کیا اچھے اور خوب صورت الفاظ کے ساتھ قانون سازی کر لینے اور آئینی موشگافیوں کی بنیاد پر حقوق انسانیت اور جمہوریت کا ڈھنڈورا پیٹ لینے سے ملکی تقاضے پورے ہوجاتے ہیں! عوام کی مجموعی حیثیت اور ان کی اجتماعی طاقت وقوت سے ممالک وجود میں آتے ہیں۔ گویا کسی ملک کی اصل شناخت عوام کی مجموعی طاقت وقوت ہوتی ہے۔اب اگر کسی ملک کے عوام کی نوے فی صد اکثریت مزدور، کسان، محنت کشوں اور مظلوموں پر مشتمل ہو اور ان کی نمائندگی صرف چند فی صد سرمایہ دار و جاگیردار اور مذہبی مفاد پرست کریں اور وہ لوگ اپنے طبقاتی مفادات کو سامنے رکھتے ہوئے آئین سازی کا کام کریں۔اور اس میں ترامیم کریں تو ایسی صورت میں اس کو قومی جمہوری تقاضوں کے مطابق کہا جائے گا؟ یا اسے ملکی تقاضوں سے انحراف پر مبنی سوچ قرار دیا جائے گا۔

قومی جمہوریت تو قوم کے جمہور انسانوں کی نمائندگی کی بنیاد پر وجود میں آتی ہے۔ اور اگر جمہوریت کے نام جمہور کے نمائندے ان پر ظلم کرنے والے نظام کے ایجنٹ ہوں اور تیل کی عالمی کمپنیوں کے زرخرید غلام ہوں، جو ملکی مفاد کے مطابق فیصلوں سے عاری ہوں، انسانی دُکھ درد میں شریک نہ ہوں، بنیادی انسانی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے معاشی وسائل کی پیدائش اور ان کی تقسیم انصاف کی بنیاد پر کرنے میں ناکام ہوں۔ تیل کی عالمی کمپنیوں کے مفادات کو پورا کرنے کے لیے جمہور انسانوں کے لیے مہنگائی، بجلی کی عدم دست یابی، عدالتی ناانصافی، اسلام کی برحق تعلیمات کے عدم فروغ اور ظلم وتشدد کو فروغ دینے کا باعث ہوں تو انھیں قوم کا نمائندہ کیسے کہا جائے۔

اس آئینی ترمیم کے منظور ہونے پر اصل ملکی تقاضوں سے توجہ ہٹانے اور اپنے طبقاتی مفادات پر زد پہنچتے دیکھ کر بہت سے طبقات طرح طرح کے یہ واویلا کر رہے ہیں کہ یہ پارلیمنٹ آئین ساز نہیں ہے۔اور یہ کہ یہ آئینی فریم ورک اور اس کے بنیادی اُمور کو تبدیل نہیں کرسکتی۔ان کے آئینی ترمیم پر اس طرح نان ایشوز اُٹھانے کا مقصد یہ ہے کہ اصل حقائق کو چھپایا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ جیسے پہلے مقتدر طبقات آئین کو اپنے مفادات کے لیے استعمال کرتے تھے۔ ایسے ہی یہ آئینی ترامیم بھی طبقاتی مفادات اور خواہشات کی آئینہ دار ہیں۔ محض خوب صورت آئینی دستاویز بنا لینے اور اس کے الفاظ و قوانین کی نوک پلک درست کر لینے اور ان میں بہترین ترامیم کرلینے سے مسائل حل نہیں ہوں گے۔

حقیقت یہ ہے کہ جب تک مقتدر طبقات کا وہ نظام، جس میں سرمایہ دار، جاگیردار، بددیانت، بیوروکریٹ، جھوٹے مذہبی طبقات اور لالچی سردار اور خود غرض کرپٹ لیڈرشپ موجود ہے، کوئی آئینی دستاویز یا ترمیم ملکی تقاضوں کی تکمیل کا ذریعہ نہیں بن سکتی ہے۔ان تمام طبقات کے گٹھ جوڑ پر مبنی اتفاقِ رائے سے عام انسانیت کو کوئی خاص فائدہ نہیں ہوگا۔لہٰذا ہمیں عقل وشعور کی بنیاد پر طبقاتی نظام کے حاملین کے اتفاقِ رائے سے ہونے والے اقدامات کا بغور جائزہ لینا ہوگا، تاکہ دھوکہ دہی کے اس ماحول میں بازی گروں کے کرتب سے متأثر نہ ہوں۔اور نظام کی تبدیلی کی شعوری جدوجہد کو ہی اپنی زندگی کا مطمح نظر بنائیں۔

مدیر اعلیٰ

عرب لیگ کا اجلاس اور عربوں کا اتحاد

مرزا محمد رمضان

عرب لیگ کے 22 واں سالانہ اجلاس، منعقدہ 27 مارچ 2010ء میں یمن کے حالیہ صدر علی عبداللہ صالح نے عربوں کی یونین بنانے کے خیال پر زور دیا ہے۔شرکا نے اس سلسلے میں ممکنہ پہلوؤں کا جائزہ لینے کے لیے پانچ رکنی کمیٹی تشکیل دی ہے۔ یہ کمیٹی اپنی رپورٹ میں اس بنیادی خیال کے عملی پہلوں کا جائزہ لینے کے لیے وزرائے خارجہ کے غیر معمولی اجلاس میں اسے زیر بحث لائے گی۔ عرب لیگ کے سیکرٹری جنرل عمر موسیٰ نے فورم کے ہمہ جہتی پھیلاؤ کی تجویز پیش کی ہے۔علاوہ ازیں اس نے دیگر مسلم اقوام، خاص طور پر ایران اور ترکی کو شمولیت کی بھی دعوت دی ہے۔اگرچہ اس خیال کو زیادہ پذیرائی تو حاصل نہ ہوسکی، البتہ اس موضوع پر گفتگو کا باقاعدہ آغاز ہوگیا۔خلیج فارس کے کئی ممالک ایران کی اُبھرتی ہوئی ترقی پر نظر ضرور رکھے ہوئے ہیں۔ عربوں کی اندرونی صورتِ حال کچھ اس طرح ہے۔ عراق اور شام اس وقت ترکی کے ساتھ کردوں کے مسئلے پر اُلجھے ہوئے ہیں۔ عراق کو تباہ کرنے کے بعد وہاں امریکہ براجمان ہے۔ایران کو آئے دن دھمکیاں مل رہی ہیں۔ فلسطین اسرائیل کے ظلم ستم کا مسلسل شکار چلا آرہا ہے۔

اس وقت عرب دنیا بحیرہ اوقیانوس سے لے کر خلیج فارس تک پھیلے ہوئے انسانی اور مادی وسائل پر مشتمل ایک بہت بڑا اجتماع ہے، جس میں آزاد فلسطینی ریاست سمیت 21 عرب ممالک شامل ہیں۔ اگر یہ اتحاد اپنی کوئی قابل عمل شکل اختیار کر لیتا ہے تو روس، چین اور بھارت کے بعد یہ دنیا کا سب سے بڑا فورم ہوگا۔اور قدرتی وسائل کے اعتبار سے اتنا امیر ترین ہوسکتا ہے کہ شاید ہی دنیا کا کوئی دوسرا ملک اس کا مقابلہ کرسکے۔ عرب اتحاد کا یہ تصور کوئی نیا نہیں ہے۔ اس سے پہلے گزشتہ صدی میں یہ تصور مصر کے جمال عبدالناصر نے پیش کیا۔ حال آں کہ وہ اتحاد میں عربوں کے صرف ان ملکوں کو شامل کرنا چاہتے تھے، جو ترقی پسند تصورات کے حاملین تھے۔ اُس وقت یہ تصور صرف شام اور یمن کو اس اتحاد میں شریک کرسکا۔ اور وہ بھی صرف تین سال کے لیے، جو ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوکر 1961ء میں ختم ہوگیا۔ عراقی اور شامی ترقی پسندوں کے علاوہ لیبیا کے معمر قذافی نے بھی اسی خیال کو عملی شکل دینے کی کوشش کی۔ اس نے نائیجریا، سوڈان، مصر اور تیونس کے علاوہ اردگرد کے ہمسایہ ممالک کے ساتھ باہمی تعلقات کو فروغ دینے کی سعی کی۔ وہ چاہتا تھا کہ وہ ممالک جن کی سرحدیں اس کے ساتھ ملتی ہیں، وہ انھیں مسمار کردے، لیکن اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مصر اور سوڈان کے ساتھ اس کے فوجی تنازعات شروع ہوگئے۔ عالمی میڈیا نے جسے خوب اچھالا اور اُلٹا لیبیا کو بدنام کرنے کی ناکام کوششیں شروع کردیں۔ لہٰذا گزشتہ عرصے میں اس خیال کو کوئی خاص کامیابی حاصل نہ ہوسکی۔

عرب ممالک کی سیاسی تاریخ پر گہری نظر رکھنے والے ماہرین کا کہنا ہے کہ گزشتہ صدی میں جب سے سلطنتِ عثمانیہ کے حصے بخرے ہوئے ہیں اور وہ طاقت، جس نے اس سلسلے میں بنیادی کردار ادا کیا تھا، اگرچہ اس کا مرکز دوسری جنگ عظیم کے بعد تبدیل ہوگیا، لیکن اس کا عالمی غلبہ آج بھی قائم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب بھی کبھی کوئی ایسا اتحاد تشکیل دینے کی کوشش کی جاتی ہے، جو حالیہ معروضیت کے برعکس ہو، وہ کوشش بُری طرح ناکام ہوجاتی ہے۔ کیوں کہ اس سامراجی طاقت نے یہاں ایسا خودکار نظام وضع کررکھا ہے۔ جونہی ایسی کوئی بھی تحریک جڑ پکڑنا شروع کرتی ہے، اس خودکار نظام کی بدولت خود بخود غیر مؤثر ہوجاتی ہے۔ عرب حکومتیں اتحاد کی طرف پیش رفت تو کرتی ہیں، لیکن ساتھ ہی ان کی قومیتیں اُبھرنا شروع ہوجاتی ہیں۔ جب اتحاد کی طرف قدم اٹھنا شروع ہوتا ہے، ساتھ ہی مصری، عراقی، اُردنی، اور شامی ہونے کے نعرے گونجنے لگ جاتے ہیں۔

(بقیہ صفحہ نمبر 5 پر)

خطبہ جمعۃ المبارک

ایمان کے بنیادی تقاضے

شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا مفتی عبدالخالق آزاد صاحب

(مؤرخہ یکم جنوری 2010ء، بمقام ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ، لاہور) ضبط وتحریر: مولانا محمد جمیل

نحمدهٗ ونصلی علی رسوله الکریم، امّا بعد: فأعوذ بالله من الشیطان الرجیم. بسم الله الرحمن الرحیم. قال الله تعالیٰ: وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ۭ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا (36:33) صدق الله العظیم.

معزز دوستو!

دین اسلام انسانی معاشرے کی تشکیل کے لیے ایک واضح نظریہ اور فکر وعمل انسانیت کے سامنے پیش کرتا ہے۔ قرآن حکیم ایک ایسی کتاب مقدس ہے کہ جس کی آیاتِ مبارکہ انسانی رُشد و ہدایت کے اصولوں کی نشان دہی کرتی ہیں۔ دنیا میں ہر کتاب کا ایک موضوع ہوتا ہے اور اس موضوع کے حوالے سے رہنمائی کے اُمور متعین کرنا، اس کتاب کا بنیادی مقصد ہوتا ہے۔ قرآن حکیم انسانی معاشرے کی تشکیل کے بنیادی اُمور کی نشان دہی کرتی ہے۔ اور مسلمان جماعت وہ کہلاتی ہے، جو ان اساسی اُصولوں کا شعور حاصل کرے۔ اور فہم و بصیرت پیدا کرے۔ اور انسانی معاشرے کی فلاح کے لیے منظّم انداز میں اجتماعی جدوجہد کرے۔

مسلمان کوئی فرقہ یا گروہ نہیں ہے۔ بلکہ مسلمان جماعت پوری انسانیت کے لیے ترقی کا نظام قائم کرنے کی ذمہ دار ہے۔ انسانی معاشرے کی تشکیل نو کے لیے جن بنیادی اور اساسی اصولوں کی ضرورت ہے، قرآن حکیم اس حوالے سے رہنمائی کرتا ہے۔ سماجی تعلقات کس نوعیت کے ہوں؟ افراد معاشرہ کے درمیان معاملات کس طریقۂ کار کے مطابق سرانجام پائے جائیں؟ یہ کتاب مقدس اس حوالے سے رہنمائی کرتی ہے۔ اور اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں بسنے والی مخلوق کے لیے کچھ احکام اور فیصلے جاری فرمائے ہیں۔ یہ ایسے ہی ہے، جیسے ایک حکمران یا قبیلے کا سردار یا ایک علاقے کی حکومت کا ذمہ دار، اپنے ماتحت علاقوں اور افراد کے لیے ضابطے اور احکامات جاری کرتا ہے۔

انسانی معاشروں میں موجود قوانین کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ قوانین اس لیے بنائے جاتے ہیں کہ ان کے ذریعے سے انسانون کے لیے سہولت پیدا ہو جائے۔ انسانوں کے لیے معاشرتی اُمور کو سرانجام دینے کا درست طریقۂ کار سامنے آجائے۔ اس کے علاوہ کوئی اور مقصد نہیں ہوسکتا۔ قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کی وہ عظیم الشان کتاب ہے، جس نے انسانی معاشروں کی فلاح و بہبود اور دور کے تقاضوں کو سامنے رکھ کر انسانی مفاد کے لیے احکام و قوانین جاری کیے ہیں۔ جن کو شریعت کی اصطلاح میں ''قضائے خداوندی'' کہا جاتا ہے۔ یعنی اللہ کے فیصلے، اور یہ فیصلے دو تین اُمور کو سامنے رکھ کر کیے جاتے ہیں۔ ایسا ہرگز نہیں کہ انسانی مزاج، اس کی ضرورتیں اور اس کے تقاضے سامنے رکھے بغیر اللہ تعالیٰ نے احکام جاری کردیے ہوں۔ یا جیسے کوئی آمر اپنی آمریت کے زُعم میں عوام کے لیے احکامات جاری کردے۔ اور یہ توقع رکھے کہ عوام بغیر سمجھے ان پر عمل کریں۔ ایسی بات نہیں ہے۔ شریعتِ خداوندی یا اللہ کی طرف سے آنے والے احکامات، وہ دراصل انسانی اجتماع کی بنیادی فطرت اور اس کے ضمیر کی آواز ہوتے ہیں۔ انسانیت جب ان اعمال کو کرنے کے لیے تیار ہوتی ہے۔ اور وہ قوانین انسانوں کی ضرورت قرار پاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو جاری فرماتے ہیں۔ بلکہ ان قوانین کے نفاذ سے قبل انسانی معاشرے کے اولوالعزم لوگ، جن کا ملأ اعلیٰ سے تعلق ہوتا ہے، وہ ان قوانین کا مطالبہ کرتے ہیں، کہ ہمارے لیے ایسا ضابطہ سامنے آنا چاہیے، جو ہماری ترقی اور فلاح کے لیے کردار ادا کرے۔

آپ دیکھیں کہ سورۃ الفاتحہ میں ہمیں جو دعا سکھائی گئی، وہ یہ کہ: اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کہ ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت فرما، تو گویا کہ سیدھے راستے کا مطالبہ انسانیت کی طرف ہے اور پھر اس مطالبے کی تکمیل کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ احکامات جاری کیے۔ حضورؐ نے تین دن تک اجتماعی طور پر تراویح کی نماز پڑھائی۔ اور اس کے بعد آپؐ نے لوگوں سے کہا کہ اپنے اپنے گھروں میں یہ نماز ادا کرو۔ اس لیے کہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ ہو جائے۔ مسلمانوں کا ذوق وشوق اور حضورؐ کے ساتھ مل کر مسجد نبویؐ میں اس نماز کو پڑھنے کا جذبہ اگر مسلسل جاری رہا تو ہوسکتا ہے کہ یہ نماز فرضیت کے درجے میں آجائے۔ گویا کہ انسانی تقاضوں اور ذوق وشوق کے مطابق بعض قوانین اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتے ہیں۔

شریعتِ مطہرہ کے یہ قوانین واحکام فطرت کے تقاضوں کو نظر انداز کر کے جاری نہیں کیے گئے، کہ جو انسانوں کے مزاج اور تقاضوں کے مطابق نہ ہوں۔ اور جب کوئی ضابطہ اور قانون انسانوں کے مزاج کے مطابق ہو تو پھر معاشرے کے تمام افراد پر لازم ہو جاتا ہے کہ وہ ان قوانین کو اپنی زندگی میں رائج کریں۔ اور اس کے مطابق اپنی زندگی بسر کریں۔ اللہ تعالیٰ کے یہ احکامات یعنی شریعت کے بنیادی قوانین واحکامات، انسانی فلاح اور اس کی ترقی کے لیے ہیں۔ یعنی خود انسانیت کے ضمیر کی آواز ہیں۔ اس لیے ان قوانین کو ماننا اور اس کے مطابق جدوجہد کرنا، یہ مسلمان جماعت کی اہم ترین ذمہ داری ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان ان قوانینِ شریعت کا شعور اور ان کی حکمت کا علم حاصل کرے۔ اس کی بنیاد پر اپنا نظریہ قائم کرے۔ اس نظریے کی اساس پر ایک تنظیم بنائے۔ اور پھر اس تنظیم کی اساس پر نظام تشکیل دے۔ اور اگر کوئی طاقت اس میں رُکاوٹ بنے تو اس کو دور کرنے کے لیے جدوجہد اور کوشش کرے۔ اور اس کے لیے جانی اور مالی قربانی دے۔

دنیا میں تمام اُمور کو سرانجام دینے کا یہی ایک طریقہ کار ہے کہ جس بات کو انسانیت کے لیے بہتر خیال کیا جاتا ہے۔ اس پر ایک نظریہ اور سوچ اپنے اندر پیدا کرنا، اور پھر اس نظریے کے مطابق کام کرنے کے لیے ایک ٹیم بنانا اور پھر اس ٹیم کے ذریعے سے اس کام کو عملی طور پر سرانجام دینے کے لیے حکمت عملی تشکیل دی جاتی ہے۔ مثال کے طور پر ایک انسان کو کوئی مرض لاحق ہو گیا تو اس بیماری کی تشخیص اور اس کا علاج ضروری ہے۔ اور انسان کے جسم کو صحت مند بنانا ایک بنیادی تقاضا ہے۔ اس پر تمام معاشرے متفق ہیں کہ انسانی امراض کے علاج کا ایک طریقۂ کار وضع ہونا چاہیے۔ اور جب ہم یہ طے کرلیتے ہیں کہ امراض کا علاج ہونا چاہیے تو پھر ہم یہ سوچتے ہیں کہ معاشرے میں ایک ایسی جماعت ہونی چاہیے کہ جو ان تمام امراض کا شعور رکھتی ہو کہ امراض کیا ہیں؟ خود انسانی جسم کیا ہے۔ اور امراض کے علاج کے طریقے کیا ہیں، جو کہ تجربہ شدہ ہوں۔ ان امراض کی دوائی اور اس کے استعمال کا درست طریقہ کار کیا ہے۔ تو گویا کہ کسی بھی معاشرے پر یہ بات فرض ہے کہ ڈاکٹروں اور اطبا کی ایک ٹیم بنائی جائے۔ اور پھر اس ٹیم کے ذریعے سے امراض کے علاج کا ایک نظام تشکیل دیا جائے۔ اس کے بغیر انسانوں کو صحت مند رکھنا ممکن نہیں ہوسکتا۔ تو گویا کہ اس شعبے کو اگر ہم مختلف شعبوں میں تقسیم کریں تو پہلی چیز یہ کہ بنیادی نظریہ، پھر اس نظریے کو عمل میں لانے کے لیے ایک ٹیم کی ضرورت، اور پھر اس ٹیم کے ذریعے سے انسانی معاشرے کے لیے ایک سسٹم کی تشکیل۔ کسی معاشرے میں اگر یہ طریقۂ کار نہ اپنایا جائے تو صحت کا حصول اس معاشرے کے لیے ممکن نہیں ہے۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ تمام لوگ اپنے امراض کا علاج خود کرلیں۔ حکومت کی طرف سے ان موضوعات پر صرف کتابیں لکھ کر معاشرے میں پھیلا دی جائیں کہ انسان خود ڈاکٹر ہوں۔ اور خود ہی اپنے امراض کا علاج کریں۔

اب صحت کے شعبے کو ہم نے صرف انفرادی اصلاح پر نہیں چھوڑ دیا، بلکہ اس کی تربیت اور تفصیل متعین کی۔ اسی طرح معاشرے کی سماجی تشکیل کے بہت سارے شعبے ہیں۔ صحت، تجارت، سیاست وغیرہ۔ ان تمام شعبوں کو عمل میں لانے کا کیا طریقۂ کار ہونا چاہیے۔ کیا اس میں یہ خیال کرلیا جائے کہ اس شعبوں میں تمام لوگ از خود ٹھیک ہو جائیں گے اور از خود عمدہ باتوں پر عمل کرنا شروع کردیں گے۔ اور ان تمام اُمور کے حوالے سے اگر ان کو ایک اچھا سا وعظ کہہ دیا جائے تو ٹھیک ہو جائیں گے۔ اس

طرح انسانیت کو دنیا اور آخرت میں کام یاب بنانے کے لیے صرف وعظ کہہ دیا جائے۔ اور اس بنیاد پر ہر ایک انسان میں یہ فکر پیدا ہو جانی چاہیے کہ اس نے دنیا اور آخرت دونوں کے مستقبل ٹھیک کرنے ہیں۔ یہ بڑی لغو اور بے عقلی کی بات ہے۔ کیوں کہ انسانی جسم کے امراض کے لیے تو ایک سسٹم بناتے ہیں۔ اور انسانوں کی معاشی ضروریات کے لیے ایک اقتصادی نظام تشکیل دیتے ہیں۔ لیکن آخر کیا وجہ ہے کہ انسانی معاشرے کی تشکیل کا ہدف تو بڑا اونچا ہے کہ دنیا اور آخرت کی کام یابی، لیکن اس کو انفرادی اصلاح پر چھوڑ دیا جائے۔ اس کے لیے صرف وعظ و نصیحت کو کافی سمجھا جائے۔ اس کے لیے کوئی نظریہ، تنظیم اور کوئی طریقۂ کار وضع نہ کیا جائے؟ یہ کتنی بڑی غفلت اور کوتاہی کی بات ہے کہ دین کی تعلیمات پر عمل کرنے کے لیے اور خدا تعالیٰ کے احکام کو معاشرے میں نافذ کرنے کے لیے محض انفرادی اصلاح کافی ہے۔ ایسی بات نہیں، بلکہ قرآن حکیم کی واضح آیات اس بات کا انکار کرتی ہیں۔ اور ہر مسلمان مرد و عورت پر اس کو لازمی قرار دیتی ہیں کہ جو احکامات خدا تعالیٰ نے انسانی معاشرے کے لیے متعین کر دیے ہیں، ان پر عمل کرنے کے لیے اجتماعی طور پر جدوجہد اور کوشش کی جائے۔ نہ یہ کہ صرف انفرادی سوچ کو پیش نظر رکھا جائے۔

سورۃ الاحزاب میں واضح طور پر ارشاد فرمایا کہ: وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ۭ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا (33:36) ”کسی مسلمان مرد و عورت کے لیے یہ درست نہیں کہ جب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول انسانی معاشرے کی تشکیل کے لیے کوئی حکم دیں تو اس میں انفرادی طور پر اپنے اختیار استعمال کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ اگر کسی نے انفرادی طور پر اس قانون اور سسٹم کو توڑا تو اس میں بہت بڑی گمراہی آ گئی۔“ وہ انسان ایمان لانے کے باوجود اور مسلمان جیسے عمل کرنے کے باوجود اس ڈسپلن کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ اس کا اس نظریے کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ حضورؐ کے وصال کے بعد مدینہ کے اردگرد کے قبائل نے کہا کہ ہم نماز بھی پڑھیں گے، روزہ، حج کریں گے۔ اور جو زکوٰۃ مرکزی بیت المال میں جاتی ہے، وہ نہیں دیں گے، بلکہ وہ زکوٰۃ اپنے قبیلے اور خاندان میں دیں گے۔ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے واضح طور پر یہ اعلان کر دیا کہ اگر کسی قبیلے نے ایک رسی بھی مرکزی بیت المال کو ادا نہ کی، جو کہ حضورؐ کے دور میں زکوٰۃ میں ادا کرتا تھا تو میں اس سے قتال کروں گا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جب یہ اعلان کیا تو حضرت عمرؓ جیسے صحابی نے بھی ان سے یہ پوچھا کہ کیا تم مسلمانوں سے لڑو گے، جن کا عقیدہ مسلمانوں جیسا ہے۔ اور نماز، روزہ ادا کرتے ہیں۔ تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جواب دیا کہ ہاں لڑائی کروں گا۔ کیوں کہ اگر یہ لوگ آج ایک معاملے میں ڈسپلن توڑ رہے ہیں تو کل کو کسی دوسرے معاہدے کو توڑیں گے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ صحابہؓ کی جماعت میں جو ڈسپلن قائم کرنیکی صلاحیت ہے، اس میں کمی آ جائے گی۔ اور جماعت کی وحدت اور ڈسپلن کو برقرار رکھنا بڑا ضروری ہے۔

اور اسی نظم و ضبط کی بنیاد پر حضورؐ نے یہ فرمایا کہ: ”اگر کسی کو تمہارا امیر بنا دیا گیا، جس کو تم ذاتی طور پر پسند نہیں کرتے ہو۔ مثلاً وہ حبشی ہے۔ بظاہر وہ تمہارا غلام رہا ہے۔ اور اسے تمہارے اس ڈسپلن کا ذمہ دار بنا دیا گیا ہے، تو یاد رکھو! تم پر لازم ہے کہ تم اس کی اطاعت کرو۔ اس کے احکامات کی پاس داری کرو۔ اور جو اس ڈسپلن کا انکار کرتا ہے تو گویا کہ اس نے نافرمانی کی ہے۔ اور اس نے غلط راستہ اختیار کیا ہے۔ آپ دیکھیں کہ اس نظم و ضبط کو برقرار رکھنے کے لیے امیر کے نظم کو ضروری قرار دیا ہے۔ تو گویا کسی بھی انسانی معاشرے میں نظریے کو عمل میں لانے کے لیے ایک منظّم جماعت کا ہونا ایک لازمی تقاضا ہے۔

انسانی معاشروں میں سب سے بڑی جو خرابی پائی جاتی ہے، وہ یہ کہ نماز ادا کرتے ہیں، لیکن نظریہ انفرادی اصلاح کا ہے۔ تو نتیجہ کیسے نکل سکتا ہے؟ یہ انفرادی اصلاح کا نظریہ اصل میں کسی زوال پذیر معاشرے کے زوال کو بڑھانے کا ذریعہ بنتا ہے۔ گویا کہ ہم انسانی معاشرے کے دیگر شعبوں میں تو نظریہ، تنظیم اور درست طریقۂ کار کو ضروری قرار دیتے ہیں، لیکن دین کے بارے میں ہم نے اپنے نظریے کو اتنا گرا دیا کہ نظریہ، تنظیم اور درست طریقۂ کار کو ضروری قرار نہیں دیتے۔ یہ نامعقول تصورات دراصل غلامی کے زمانے میں مسلمانوں کے ذہنوں میں مسلط کیے گئے۔ اور مذہب کے نام پر بعض مذہبی نمائندوں نے یہاں کے بے شعور لوگوں کے ذہنوں میں یہ ڈال دیا کہ مذہب کا کام یہ کہ صرف انفرادی اصلاح کے طور پر کام کیا جائے۔ اس کا صرف وعظ کہہ دیا جائے۔ جس کا جی چاہے، مان لے۔ اور جس کا جی چاہے، نہ مانے۔ یہ غلط تصورات ہیں۔ اور دراصل غلامی کے دور کے اثرات ہیں۔ جن کا آج کے دور میں انکار کرنا ضروری ہے۔

دین اسلام کے انقلابی نظریے کو اپنانا ضروری ہے، کہ جو نظریہ اللہ تعالیٰ نے بطورِ سسٹم جاری کر دیا ہے۔ اس پر تنظیم بنانا اور اس کے لیے اجتماعی طاقت استعمال کرنا اور پھر اس نظریے کی روشنی میں نظام تشکیل دینا، دین اسلام کی تعلیمات کے مطابق ایک اہم ترین فریضہ ہے۔ یہ فرض نماز جیسا فرض ہے۔ اور پھر قرآن حکیم نے حکم دیا ہے کہ تمہارے نظریے پر صبر و استقامت اور پھر اس نظریے کو پھیلانے کے لیے رابطوں کا نظام اور پھر اس کی اساس پر عدل و انصاف کا نظام قائم کرنے کی جدوجہد اور کوشش کرنا فرض ہے۔ نماز اور روزے ادا کرنے کی طرح اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں دین کا بنیادی نظریہ سمجھنے اور اس کے تقاضوں کے مطابق جدوجہد کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

> دین اسلام کے انقلابی نظریے کو اپنانا ضروری ہے، کہ جو نظریہ اللہ تعالیٰ نے بطورِ سسٹم جاری کر دیا ہے۔ اس پر تنظیم بنانا اور اس کے لیے اجتماعی طاقت استعمال کرنا اور پھر اس نظریے کی روشنی میں نظام تشکیل دینا، دین اسلام کی تعلیمات کے مطابق ایک اہم ترین فریضہ ہے۔

(بقیہ عرب اتحاد اور اس کے تقاضے) اتحاد ایک مثبت عمل ہے۔ یہ افراد اور قوموں کو قریب لاتا ہے۔ اس سے نہ صرف انفرادی قوت میں اضافہ ہوتا ہے، بلکہ مادی وسائل سے فائدہ اٹھانے کی حکمت عملی بھی وجود میں آتی ہے۔ انسانی اور مادی وسائل سے بھرپور استفادہ صرف اسی صورت میں ہو سکتا ہے، جب افراد اور اقوام باہم مربوط اور بااعتماد ہوں۔ قوم اتحاد میں شریک ہو کر دوسری اقوام کے لیے مفید و معاون صرف اسی صورت میں ثابت ہو سکتی ہے، جب وہ آزادی، خودمختاری اور اپنی پوری طاقت کے ساتھ اس اتحاد کا حصہ بنیں۔ جسے اتحاد میں شریک دوسری اقوام بھی محسوس کریں۔

آج اگر عرب اقوام کا جائزہ لیا جائے تو اکثر ممالک کے سربراہان آج بھی اپنے حقیقی آقاؤں کی خواہش اور اُمنگوں کے مطابق نظام زندگی گزار رہے ہیں۔ یہ حکمران کسی انتخاب کے نتیجے میں برسرِ اقتدار نہیں آئے، بلکہ عالمی طاقت کے مفادات کے محافظ اور امین بن کے مسندِ اقتدار پر مسلط کیے گئے۔ یہی وجہ ہے کہ جب کبھی عرب خطے میں قومی اتحاد کی بنیاد پر مفادات کی بات اٹھتی ہے تو اس بات پر غور ہوتا ہے کہ آیا اس مسئلے میں عالمی سامراجی طاقت کے مفادات کو کسی قسم کے نقصان کا اندیشہ تو نہیں ہے۔ اگر ایسا ہو تو ساری تحریک دم توڑ دیتی ہے۔ عراق، ایران اور فلسطین کے مسائل پر کئی دفعہ عربوں کا یہ رویّہ سامنے آ چکا ہے۔

ایسے حالات میں عربوں میں صرف وہ اتحاد فروغ پا سکتا ہے، جس کے رکن وہ ممالک ہوں جن کے سربراہ یا تو کسی انقلاب کے نتیجے میں اقتدار میں آئے ہوں، یا پھر براہِ راست عوام کے ووٹوں سے منتخب ہوئے ہوں۔ چناں چہ اس کسوٹی پر صرف ایران، شام اور لیبیا کے ممالک ہی پورے اُترتے ہیں۔ لہٰذا یہ اتحاد صرف تین رُکنی ہوگا۔ ایسے اتحاد میں اگر دنیا کے طاقت وَر ملک، جیسے چین اور روس اپنے مسلم عوام کی نمائندگی کرتے ہوئے شامل ہو جائیں تو اس سے نہ صرف یہ اتحاد مضبوط ہو جائے گا، بلکہ ایسے ممالک جو کمزور ہونے کے ناطے کسی قسم کی تحریک کا حصہ بننے سے کتراتے ہیں، وہ اس میں شامل ہو جائیں گے۔ اور پھر یہ اتحاد عرب قومیت کے کاز کو پرموٹ کرنے میں عملی کردار ادا کرے تو اس سے اس کی ساکھ نہ صرف بہتر ہوگی بلکہ اقوام میں اعتماد بھی پیدا ہونا شروع ہو جائے گا۔

www.rahimia.org

رفتارِ کار

حضرت اقدس رائے پوری کا دورۂ ملتان اور ادارہ کے ریجنل کیمپس کا افتتاح

عتیق الرحمٰن ایڈووکیٹ

حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ ناظمِ اعلیٰ ادارہ رحیمیہ کے ہمراہ 4 روزہ دورے پر مؤرخہ 24 اپریل کو ملتان تشریف لائے۔ چناں چہ اس روز 01:30 بجے دن ملتان ائیر پورٹ پر آپ کی تشریف آوری ہوئی۔ جہاں جناب ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن صاحب اور ملتان کے دیگر احباب نے استقبال کیا۔ ائیر پورٹ سے جناب راؤ حبیب الرحمٰن صاحب اپنی گاڑی میں اپنے مکان واقع شالیمار کالونی لے گئے۔ وہاں نمازِ ظہر اور کھانا تناول فرما کر حضرت اقدس نے آرام فرمایا۔ اسی دوران حضرت مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی بھی تشریف لے آئے۔ نمازِ عصر کے بعد احباب نے حضرت اقدس رائے پوری مدظلہ سے استفادہ کیا۔ اور نمازِ مغرب کے بعد اسی جگہ مجلس ذکر کا اہتمام کیا گیا، جس میں ملتان اور گردونواح کے متعلقین سلسلۂ رائے پور نے شرکت کی۔

اگلے روز ۱۰ ر جمادی الاولیٰ / 25 اپریل، بروز اتوار کو صبح 10:00 بجے حضرت اقدس رائے پوری مدظلہ العالی بمع اپنے احباب ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ (ٹرسٹ) ریجنل کیمپس ملتان کے افتتاح کے لیے تشریف لائے۔ جہاں صدر ادارہ رحیمیہ جناب ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن اور سینکڑوں احباب نے آپ کا پُرتپاک استقبال کیا۔ اس موقع پر سب سے پہلے حضرت اقدس رائے پوری مدظلہ العالی نے صدر ادارہ رحیمیہ، ناظمِ اعلیٰ ادارہ رحیمیہ، صدر نظام المدارس الرحیمیہ اور مجلس شوریٰ کے دیگر اراکین کے ہمراہ افتتاحی تختی کی نقاب کشائی کی۔ اور دعا فرمائی۔ اس کے بعد افتتاحی تقریب زیرِ صدارت صدر ادارہ منعقد ہوئی۔ اسٹیج سیکرٹری جناب رشید احمد چوہدری تھے۔ اس افتتاحی تقریب میں جنوبی پنجاب ریجن کے تمام شہروں سے کثیر تعداد میں احباب جمع تھے۔ تلاوتِ قرآن حکیم کے بعد صدر نظام المدارس الرحیمیہ حضرت مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی نے ''ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ کے اغراض و مقاصد اور جہدِ مسلسل'' کے عنوان سے خطاب فرمایا۔ ان کے بعد حضرت مولانا مختار حسن نے ''مراکز اور اداروں کی اہمیت'' کے حوالے سے خطاب فرمایا۔ اور پھر ناظمِ اعلیٰ ادارہ رحیمیہ حضرت مولانا مفتی عبدالخالق آزاد نے ''مروجہ نظامِ تعلیم اور عصری تقاضے'' کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ اور آخر میں حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری مدظلہ العالی نے خطاب فرمایا۔ اور پھر صدر مجلس نے اختتامی کلمات فرماتے ہوئے تمام احباب کی کوششوں کو خراجِ تحسین پیش کیا۔ اور ادارے کے ریجنل کیمپس کے قیام پر مبارک باد پیش کی۔ آخر میں حضرت اقدس رائے پوری مدظلہ العالی نے دعا فرمائی۔ اس تقریب میں حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر (چشتیاں)، حضرت مولانا عبدالقادر دین پوری (بہاولنگر)، مولانا محمد عبداللہ علوی (چشتیاں)، مولانا عبدالرحیم طاہر (ہارون آباد) مولانا محمد ارشد نیاز (خان پور)، جناب آصف شریف (لاہور)، جناب انیس احمد سجاد (لاہور) اور ملتان شہر کے کافی معززین اور علمائے کرام نے شرکت کی۔ اور ریجنل کیمپس کے قیام پر سب لوگوں نے حضرت اقدس رائے پوری مدظلہ العالی اور ادارہ رحیمیہ کی انتظامیہ اور مجلس مشاورت کے اراکین کو مبارک باد پیش کی۔

اس کے بعد حضرت اقدس رائے پوری مدظلہ العالی کا قیام ادارہ رحیمیہ میں ہی رہا۔ شام کو مجلس ذکر ادارہ میں منعقد ہوئی۔ جس میں بہت سے احباب نے شرکت کی۔ عشا کی نماز کے بعد حضرت مولانا مفتی سعید الرحمٰن صاحب نے حضرت اقدس رائے پوری اور دیگر احباب کے اعزاز میں اپنے مکان پر عشائیے کا اہتمام کیا ہوا تھا۔ چناں چہ حضرت ان کے مکان پر تشریف لے گئے۔ اور اس میں شرکت کی۔ اور دعا کے بعد واپس تشریف آوری ہوئی۔

اگلے روز 26 اپریل صبح کو جناب اکمل خان نے اپنے مکان پر ناشتے کا اہتمام کیا تھا۔ حضرت ان کے گھر تشریف لے گئے۔ ناشتہ کیا۔ اور اہل خانہ کے لیے دعا فرمائی۔ پھر راؤ حبیب الرحمٰن کی دکان پر دعا کے لیے تشریف لے گئے۔ اس کے بعد صدرِ ادارہ، ناظمِ اعلیٰ اور مفتی عبدالمتین نعمانی صاحب اور مولانا مختار حسن صاحب حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ اور اس سلسلے کے مشائخ کے مزارات پر حاضری کے لیے تشریف لے گئے۔ اور نمازِ ظہر مزار کے احاطے کی مسجد میں ادا کی۔ شام کو عصر کی نماز کے بعد شہر فرید سے جناب مولانا غلام مرتضیٰ اور چشتیاں سے مولانا رانا ارشاد احمد خان، بستی عاشق محمد کے جناب محمد جاوید صاحب کے ہمراہ ملتان تشریف لائے۔ اور اس موقع پر جاوید صاحب کے بھائی اور ہمشیرگان کے نکاح کی تقریب ہوئی۔ حضرت اقدس رائے پوری مدظلہ العالی نے نکاح پڑھائے۔ اور ان کے لیے دعا فرمائی۔ نمازِ مغرب کے بعد ادارہ رحیمیہ ملتان میں ہی مجلس ذکر منعقد ہوئی۔ جس میں تمام احباب نے شرکت کی۔ عشا کی نماز کے بعد حضرت اقدس رائے پوری مدظلہ العالی جناب چوہدری عبدالقادر کے مکان پر کھانے کے لیے تشریف لے گئے۔ وہاں کافی علما اور احباب سے ملاقات رہی۔ کھانے کے بعد حضرت نے دعا فرمائی۔

اگلے روز 27 اپریل کی صبح جناب رشید احمد چوہدری اور مولانا حبیب اللہ کے مکان پر ناشتے کا اہتمام تھا۔ حضرت ان کے گھر تشریف لے گئے۔ وہاں دوستوں سے ملاقات رہی۔ کھانا تناول فرمایا۔ اور دعا فرمائی۔ بعد ازاں ادارے میں واپس تشریف لائے۔ عصر کی نماز کے بعد ادارہ رحیمیہ ملتان میں خواتین کے درسِ قرآن کا اہتمام کیا گیا۔ جس میں ناظمِ اعلیٰ ادارہ رحیمیہ نے درسِ قرآن دیا۔ اور خواتین کے سوالات کے جوابات دیے۔ بعد ازاں خواتین نے حضرت اقدس رائے پوری مدظلہ العالی سے سلسلۂ رائے پور میں بیعت کی۔ اور دعا فرمائی۔ نمازِ مغرب کے بعد حسبِ معمول مجلس ذکر میں احباب نے شرکت کی۔ عشا کی نماز کے بعد جناب قاری عبدالرحمٰن رحیمی، خطیب مسجد سراجاں، حسین آگاہی، ملتان نے اپنے مکان پر حضرت اقدس رائے پوری کے اعزاز میں پُرتکلف عشائیے کا اہتمام کیا ہوا تھا۔ حضرت نے اس میں شرکت کی اور دعا فرمائی۔ اسی موقع پر انھوں نے بتلایا کہ حضرت خواجہ خان محمد صاحب، سجادہ نشین خانقاہِ سراجیہ کندیاں بہت زیادہ بیمار ہیں۔ اور انھیں ملتان کے ایک ہسپتال میں ایمرجنسی وارڈ میں داخل کیا گیا ہے۔ حضرت نے ان کے لیے دعا فرمائی۔

اگلے دن 28 اپریل کو جناب جاوید اقبال صاحب کے مکان پر ناشتے کا اہتمام تھا۔ حضرت اقدس وہاں تشریف لے گئے۔ دیگر احباب سے بھی اس موقع پر ملاقات ہوئی۔ ان کے گھر پر ناشتے کے بعد حضرت نے دعا فرمائی۔ واپسی پر حضرت خواجہ خان محمد صاحب کی عیادت کے لیے حضرت اقدس رائے پوری مدظلہ العالی ہسپتال تشریف لے گئے۔ حضرت خواجہ صاحب غنودگی کی حالت میں تھے۔ ان کی زیارت کی۔ اور ان کے لیے دعا فرمائی۔ بعد ازاں حضرت خواجہ صاحب کے صاحبزادگان جناب مولانا عزیز احمد و مولانا خلیل احمد اور مولانا رشید احمد سے ملاقات ہوئی۔ کچھ دیر حضرت اقدس ان سے گفتگو فرماتے رہے۔ اور دعا کے بعد ان سے رُخصت لی۔ بعد ازاں ادارہ رحیمیہ میں ملتان کے سینئر احباب نے ناظمِ اعلیٰ سے ادارے کے انتظامی اور مالیاتی اُمور چلانے کے لیے رہنمائی لی۔ اور پھر حضرت اقدس مدظلہ العالی نے دعا فرمائی۔ اور تقریباً 12:00 بجے لاہور روانگی کے لیے ملتان ائیر پورٹ پر تشریف لائے۔ 01:30 بجے ملتان سے چل کر 03:00 بجے لاہور ادارہ رحیمیہ میں تشریف آوری ہوئی۔

خانقاہِ سراجیہ کندیاں شریف میں تعزیت کے لیے

حضرت اقدس رائے پوری مدظلہ کے مجازین اور ادارہ رحیمیہ کے ایک وفد کا سفر

خانقاہِ سراجیہ کندیاں شریف کے سجادہ نشین حضرت خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ مؤرخہ 20 جمادی الاولیٰ 1431ھ کو انتقال فرما گئے۔ آپ کا وصال بلاشبہ عالمِ اسلام کے لیے ایک بہت بڑے نقصان کا باعث ہے۔ حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ کی خواہش تھی کہ وہ نماز جنازہ میں شرکت اور تعزیت کے لیے کندیاں شریف جائیں۔ لیکن دل کی تکلیف اور دیگر امراض کی وجہ سے ڈاکٹروں نے گاڑی کے طویل سفر سے منع کیا ہوا تھا۔ اس لیے حضرت اقدس رائے پوری مدظلہ خود

www.rahimia.org

کندیاں شریف تشریف نہ لے جاسکے۔ اس بنا پر انھوں نے اپنے چھوٹے بھائی راؤ حبیب احمد، بھتیجے ڈاکٹر راؤ عبدالرحمٰن اور مجازین حضرت مولانا مفتی عبدالخالق آزاد، حضرت مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی، حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر، حضرت مولانا مفتی عبدالغنی قاسمی، حضرت مولانا مفتی مختار حسن پر مشتمل ایک وفد خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف بھیجا۔ جب کہ ادارے کے معاونین قاری ایاز احمد جدون، امتیاز احمد جدون اور ساجد چوہدری بھی ان کے ہمراہ تھے۔

یہ وفد 12 مئی 2010ء بروز بدھ کی صبح کو لاہور سے روانہ ہوکر دوپہر کے قریب خانقاہ میں پہنچا۔ وفد کے ارکان نے سب سے پہلے خانقاہ میں موجود مشائخ کے مزارات پر حاضری دی۔ خاص طور پر حضرت خواجہ صاحبؒ کے لیے ایصال ثواب کیا۔ اور دیگر مشائخ کے فیوض و برکات سے مستفید ہوئے۔ اس کے بعد حضرتؒ کے صاحبزادگان، حضرت مولانا عزیز احمد صاحب وغیرہ سے ملاقات ہوئی۔ اس موقع پر حضرتؒ کے متوسل خاص حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب بھی تشریف فرما تھے۔ وفد کے اراکین نے ان حضرات سے تعزیت کی۔ اور حضرت اقدس رائے پوری مدظلہ کی طرف سے تعزیت اور سلام عرض کیا۔ اور بیماری کے سبب آپ کے تشریف نہ لاسکنے کا تذکرہ ہوا۔

اس موقع پر خانقاہِ رحیمیہ رائے پور اور خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف کے مشائخ کے باہمی تعلقات اور ایک دوسرے سے محبت واحترام کے واقعات کا تذکرہ ہوا۔ حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب نے اس سلسلے میں کئی واقعات سنائے۔ اور کچھ واقعات جناب مفتی عبدالخالق آزاد صاحب نے بھی سنائے، جو انھوں نے براہِ راست حضرت خواجہ صاحبؒ سے سنے تھے۔ تقریباً ایک گھنٹہ ان حضرات سے ملاقات رہی۔ آخر میں اس دعا سے مجلس برخواست ہوئی کہ اللہ تعالیٰ ان مشائخ عظامؒ کے فکر اور مشن کو ان کے سچے جانشینوں کے ذریعے سے غالب فرمائے۔ اور اولیاء اللہ کے ان سلاسل کے مخلصین، متوسلین اور احباب کو اللہ تعالیٰ یہ ہمت عطا فرمائے کہ وہ دین کے غلبے اور اس کی سچائی کے پیغام کو پھیلانے کے لیے زیادہ سے زیادہ شعوری جدوجہد اور کوشش کریں۔

اس سے پہلے میاں والی میں سلسلۂ رائے پور سے متعلق جناب شعیب نیازی صاحب نے اپنے مکان پر وفد کے اراکین کے لیے چائے وغیرہ کا اہتمام کیا ہوا تھا۔ چناں چہ کچھ دیر ان کے مکان پر قیام کیا۔ اور وہ ایک سکول تعمیر کرا رہے تھے، اُس کی زیرِ تعمیر عمارت میں جاکر خیر و برکت کی دعا کی گئی کہ اللہ تعالیٰ اس تعلیمی مرکز کو دین کی تعلیمات کے شعور اور اس کے غلبے کے لیے کام کرنے کی توفیق دے۔

اس کے بعد قریبی گاؤں ''علووالی'' میں خانقاہ سے متعلق احباب نے جناب حاجی امان اللہ کے گھر پر درسِ قرآن کا اہتمام کیا ہوا تھا۔ انھوں نے بڑی محبت سے دوپہر کے کھانے کا بھی انتظام کیا ہوا تھا۔ سب سے پہلے احباب نے کھانا کھایا۔ اور پھر نمازِ ظہر کے بعد حضرت مولانا مفتی مختار حسن نے سکولز اور کالجز کے طلبا کے سامنے درسِ قرآن دیا۔ اور نوجوانوں کے سوالات کے جوابات دیے۔ اس سلسلے میں حضرت مولانا مفتی عبدالغنی قاسمی صاحب نے بھی معاونت فرمائی۔

اس دوران ناظمِ اعلیٰ ادارہ رحیمیہ حضرت مولانا مفتی عبدالخالق آزاد، صدر نظام المدارس الرحیمیہ مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی، راؤ حبیب احمد اور ڈاکٹر عبدالرحمٰن راؤ خانقاہ کے ایک قدیم متوسل جناب رانا سربلند خان کے گھر ''پیپلان'' تشریف لے گئے۔ جہاں اُن سے اور ان کے صاحبزادگان سے ملاقات کی۔ اور کچھ دیر وہاں قیام کیا۔ اور چائے وغیرہ پی۔ واپسی پر ''علووالی'' میں احباب سے ملاقات کی۔ اور دعا کے بعد لاہور کے لیے واپسی شروع ہوئی۔ جب کہ مولانا مختار حسن صاحب میانوالی سے سیدھے نوشہرہ تشریف لے گئے۔ وفد کے دیگر اراکین نے واپسی پر جوہر آباد جناب ڈاکٹر محمد عثمان کے مکان پر کچھ دیر قیام کیا۔ اور چائے پی۔ بعد از نمازِ مغرب گرد و پیش سے آئے ہوئے خانقاہ کے متعلقین سے ملاقات کی۔ اس موقع پر نوجوان احباب نے دینی حوالے سے سوالات کیے۔ جناب مفتی عبدالمتین نعمانی اور ناظمِ اعلیٰ ادارہ رحیمیہ نے جوابات دیے۔ عشا کے قریب وہاں سے فراغت کے بعد لاہور واپسی ہوئی۔

دینی مسائل

اس صفحے پر قارئین کے سوالات کے جوابات دیے جاتے ہیں۔

از جناب مفتی عبدالغنی قاسمی شعبہ دارالافتاء ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

سوال (1): ایک شخص فجر کی نماز میں تشہد میں امام کے ساتھ شامل ہوا۔ امام کے سلام کے بعد وہ نماز پڑھ کر فارغ ہوگیا۔ بعد میں پتہ چلا کہ امام کی نماز درست نہ ہوئی تھی۔ تو کیا مسبوق کی نماز بھی ہوئی یا نہیں؟ جمال عبدالناصر، لاہور

جواب: مقتدی امام کے ساتھ تشہد میں شریک ہوا۔ اور اس نے دونوں رکعت بعد میں پڑھی ہیں، لیکن امام کی نماز درست نہ ہونے کی صورت میں مسبوق کی نماز بھی درست نہ ہوئی۔ اس کا اعادہ ضروری ہے۔

سوال (2): کیا لکڑی کی مسواک کی جگہ ٹوتھ پیسٹ، منجن اور برش استعمال کرنے سے مسواک کی سنت ادا ہو جائے گی؟ عمران خان، گلبرگ، لاہور

جواب: مسواک کا مقصد منہ اور دانتوں کی نظافت وصفائی ہے۔ یقیناً یہ مقصد ٹوتھ پیسٹ، منجن اور برش کے استعمال سے بھی حاصل ہو جاتا ہے، البتہ لکڑی کی مسواک کرنے سے سنت کی حقیقت کے ساتھ اس کے ظاہر پر بھی عمل ہو جاتا ہے۔

سوال (3): ایک لڑکے نے مدتِ رضاعت (دودھ پینے کی عمر) میں اپنی دادی کا دودھ پیا ہے۔ کیا وہ لڑکا اپنی پھوپھی یا چچا کی لڑکی سے شادی کرسکتا ہے یا نہیں؟ اعجاز مہر، سمن آباد، لاہور

جواب: جس لڑکے نے اپنی دادی کا دودھ پیا ہے، تو اس کی پھوپھی رضاعی بہن اور چچا رضاعی بھائی ہے۔ لہٰذا پھوپھی کی بیٹی اس کی بھانجی اور چچا کی بیٹی اُس کی بھتیجی ہونے کی وجہ سے اس کے نکاح میں نہیں آسکتی۔

سوال (4) ایک شخص کے پاس مسجد کی متفرق آمدن کی رقم جمع ہے، جس کا وہ با قاعدہ حساب نہیں لکھتا۔ اور نہ ہی اہل محلّہ کو حساب بتاتا ہے۔ اور اہل محلّہ کی اکثریت کی اجازت کے بغیر صرف دو آدمیوں سے مل کر اپنی رائے سے مسجد پر خرچ کرتا ہے۔ شرعاً یہ عمل کیسا ہے؟ قاری دل نواز، اسلام آباد

جواب: مسجد کی رقم حسبِ ضرورت مسجد پر خرچ کرنا لازم ہے۔ اور اس کا با قاعدہ حساب رکھنا اور نمازیوں کو مطمئن کرنا ضروری ہے۔

سوال (5): غیر مسلم دھوبی کے دھلے ہوئے کپڑے پاک ہیں یا نہیں؟ ان کے ساتھ نماز پڑھی جاسکتی ہے یا نہیں؟ مولانا محمد ظہیر، بورے والا

جواب: غیر مسلم دھوبی کے دھلے ہوئے کپڑے پاک سمجھنے چاہئیں۔ اور ان سے نماز پڑھنا درست ہے۔ جب تک کہ یہ معلوم نہ ہو جائے کہ اس نے کسی ناپاک پانی سے کپڑے دھوئے ہیں۔ بلاوجہ شبہ کرنا درست نہیں۔

سوال (6): غیر مسلم لوگوں کے برتن کا استعمال مسلمان کے لیے درست ہے یا نہیں؟ خصوصاً یورپ اور امریکہ میں، جہاں پر حرام اور نجس اشیا کا استعمال بھی ہے؟ دانش بٹ، لاہور

جواب: جہاں تک غیر مسلم کے جھوٹے برتن کی بات ہے، تو وہ پاک ہے۔ اور برتن میں ناپاک اشیا کا استعمال ہوا ہے یا نہیں، اس شبہ کی بنا پر برتن کو ناپاک نہیں کہا جاسکتا۔ شریعت ان احکام میں زیادہ تلاش وجستجو کو پسند نہیں کرتی۔ البتہ جن ممالک میں ناپاکی کا احتمال قوی ہے۔ اور جہاں خنزیر کی چربی کا مختلف غذاؤں میں بکثرت استعمال ہو رہا ہے۔ وہاں ان کے برتن کو دھو کر استعمال کرنا چاہیے۔ اور دھونے میں نیت وغیرہ ضروری نہیں۔ اور ایسے ہی دھونے والا خواہ مسلم ہو یا غیر مسلم، سب برابر ہیں۔ برتن دھونے سے بہرصورت پاک ہو جائے گا۔

Monthly RAHIMIA Lahore LRL 466 CPL No. 59

خانقاہِ سراجیہ کندیاں شریف کے سجادہ نشین

حضرت اقدس مولانا خواجہ خان محمد صاحب کا انتقالِ پُرملال

تحریر: مفتی عبدالخالق آزاد

یہ اندوہ ناک خبر انتہائی دُکھ اور غم کے ساتھ سنی جائے گی کہ خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف کے سجادہ نشین حضرت اقدس مولانا خواجہ خان محمد صاحب مؤرخہ ۲۰ رجمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ/ 5 مئی 2010ء، بروز بدھ، بعد نمازِ مغرب ملتان کے ایک ہسپتال میں انتقال فرما گئے۔ آپ سلسلۂ عالیہ نقش بندیہ مجددیہ کے شیخ کامل اور عالی ہمت فرد تھے۔ آپ نہ صرف اپنے پیرومرشد حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانوی کے خلیفہ اور جانشین تھے، بلکہ آپ کو قطب الارشاد حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوری سے بھی اجازت حاصل تھی۔ آپ کے شیخ حضرت لدھیانوی حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری کے خلیفہ مولانا محمد ابراہیم میاں چنوں والے کے شاگرد تھے۔ اور حضرت رائے پوری سے بڑا تعلق رکھتے تھے۔ اس نسبت سے حضرت لدھیانوی کے زمانے سے خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور اور خانقاہِ سراجیہ کندیاں شریف کے مشائخ کے درمیان بہت زیادہ تعلق اور باہمی قلبی وابستگی رہی ہے۔ اور یہ تعلق اب تک برابر چلا آتا ہے۔

حضرت خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کا بڑا گہرا تعلق مشائخ رائے پور سے رہا۔ ایک دفعہ انھوں نے خود ہمارے سامنے یہ بات ارشاد فرمائی کہ میں اپنے شیخ حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانوی کے ہمراہ انبالہ میں حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوری کی خدمت میں حاضر ہوا تو میرے مرشد نے حضرت رائے پوری سے عرض کیا کہ انھیں کچھ نصیحت فرمائیں۔ تو حضرت رائے پوری نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ: ''فقیر آپ کو یہ نصیحت کرتا ہے کہ جی کرے یا نہ کرے مولانا عبداللہ صاحب سے چمٹے رہنا۔'' پھر یہ بھی فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت رائے پوری ثانی ڈھڈیاں میں تشریف فرما تھے۔ میں اپنے مرشد کی طرف سے حضرت رائے پوری کی خدمت میں خانقاہِ سراجیہ میں تشریف آوری کی دعوت لے کر گیا۔ حضرت نے بڑی محبت سے دعوت منظور کی۔ اور پھر حضرت خانقاہِ سراجیہ میں تشریف لائے۔ اور یہاں قیام فرمایا۔ اس سفر میں آپ کے ہمراہ حضرت مولانا سعید احمد رائے پوری بھی تھے۔

حضرت رائے پوری ثانی کے وصال کے بعد آپ کے جانشین حضرت شاہ عبدالعزیز رائے پوری قدس سرہٗ سے بھی آپ کا اسی طرح تعلق رہا۔ حضرت خواجہ صاحب جب بھی حضرت مجدد الف ثانی کے ہاں سرہند شریف (انڈیا) تشریف لے گئے تو متعلقین سلسلۂ رائے پور آپ سے ملنے کے لیے تشریف لاتے تھے۔ خاص طور پر خانقاہِ رحیمیہ رائے پور کے متولی اور منتظم حضرت مولانا حبیب الرحمٰن رائے پوری (نانا حضرت شاہ سعید احمد رائے پوری) سے ملاقات ہوتی۔ اسی طرح سرگودھا میں بھی حضرت رائے پوری اور حضرت خواجہ صاحب کی باہمی ملاقات رہتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت خواجہ صاحب کے ایک متوسل حکیم شمس الاسلام صاحب (نواسہ حکیم محبوب الٰہی مصنف تحفۂ سعدیہ، کندیاں، ضلع میاں والی) حضرت خواجہ صاحب کے حکم پر آج بھی ہمہ وقت خانقاہِ رائے پور میں قیام پذیر ہیں۔

حضرت شاہ عبدالعزیز رائے پوری کے وصال کے بعد خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے موجودہ مسند نشین حضرت اقدس شاہ سعید احمد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ سے بھی باہمی محبت اور تعلق برابر قائم رہا۔ چناں چہ حضرت خواجہ صاحب نوجوانوں میں حضرت رائے پوری کے کام کی پوری تائید اور سرپرستی فرماتے رہے۔ حضرت خواجہ صاحب کے متعلقین نے جب بھی اس سلسلے میں ان سے استفسار کیا تو انھوں نے ہمیشہ تائیدی کلمات ارشاد فرمائے۔ بلکہ حسن ابدال، ایبٹ آباد اور مانسہرہ میں اپنی زیرِ صدارت حضرت اقدس رائے پوری کے بیانات کروائے۔ اور کھل کر تائید فرمائی۔ ایبٹ آباد کے ایک تبلیغی اجتماع میں حضرت اقدس رائے پوری سے بیان کروایا۔ اور بیان سے پہلے اپنے متوسل خاص پروفیسر ظفر حیات صاحب سے کہا کہ حضرت رائے پوری کا اچھی طرح شرکا کے سامنے تعارف کراؤ۔ اور ان کا بیان کراؤ۔

اسی طرح راقم الحروف ایک دفعہ مفتی عبدالمتین نعمانی صاحب کی معیت میں خانقاہ سراجیہ حاضر ہوا۔ اور حضرت رائے پوری کا سلام پیش کیا۔ آپ نے بڑی محبت اور شفقت فرمائی۔ بعض عناصر کی طرف سے جو غلط فہمیاں اور الزام تراشیاں کی جارہی ہیں، ان کا تذکرہ ہوا تو آپ نے فرمایا: ''ان کا جواب دینے کی ضرورت نہیں۔ ان لوگوں کی پرواہ مت کرو۔ اور پوری ہمت اور اخلاص سے کام کرتے رہو۔ اللہ تعالیٰ خود ہی تمام راستے آسان کردے گا۔'' لاہور میں جب بھی مرکزِ سراجیہ میں آپ کی زیارت اور ملاقات کا شرف ملا تو انتہائی محبت اور شفقت اور قلبی توجہ فرمایا کرتے تھے۔

آپ کے انتقال پُرملال کی خبر سُن کر حضرت اقدس رائے پوری مدظلہ العالی اور تمام متعلقین سلسلہ عالیہ رحیمیہ رائے پور نے انتہائی غم اور دکھ محسوس کیا ہے۔ اور حضرت رائے پوری نے اپنے تمام حلقوں میں حضرت کے ایصالِ ثواب کے لیے فرمایا۔ نمازِ جمعۃ المبارک کے اجتماعات میں آپ کے بلندیٔ درجات کے لیے دعائے مغفرت کی گئی۔ ادھر خانقاہ رائے پور انڈیا اور پاکستان بھر میں بھی حضرت کے تمام خلفا اور متعلقین نے آپ کے لیے دعائیں کیں۔ خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے مسند نشین حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ اور تمام متعلقین سلسلہ، حضرت خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادگان جناب مولانا عزیز احمد، مولانا خلیل احمد، مولانا رشید احمد وغیرہ کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ اللہ تعالیٰ انھیں صبر جمیل عطا فرمائے۔ اور اپنے مشائخ کے نقش قدم پر چلنے کا عزم و ہمت نصیب فرمائے اور ان سچے مشائخ کے فیضان کو جاری و ساری رکھے۔ اور ان مراکز کا فیض ان کے سچے جانشینوں کے ذریعے سے ہمیشہ قائم رہے۔ رحمة الله علیه رحمةً واسعةً

اهم إعلان — لاہور میں 15 روزہ ''دورۂ تفسیر قرآن حکیم'' کا انعقاد

ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور میں دورۂ تفسیر قرآن حکیم کا آغاز 13 جون 2010ء بمطابق یکم رجب المرجب 1431ھ بروز اتوار سے ہو رہا ہے۔ یہ دورہ 15 روز تک جاری رہے گا۔ اور 27 جون 2010ء بمطابق 15 رجب المرجب 1431ھ بروز اتوار کو اس کی تقریبِ تکمیل و تقسیم اسناد منعقد ہوگی۔ اس دورۂ تفسیر میں حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلوی کے بیان کردہ اصولِ تفسیر، حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن کے اُسلوبِ تفسیر اور امامِ انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھی کے تفسیری نکات کی روشنی میں قرآنی علوم و معارف کا بیان ہوگا۔

اس دورۂ تفسیر کی خصوصیات میں قرآن حکیم کے بیان کردہ سیاسی، سماجی، معاشی اصولوں کی نشان دہی کرنا اور قرآنی سورتوں کے مضامین کا خلاصہ بیان کرنا ہے۔ نیز دورِ حاضر کے اہم ترین عمرانی مسائل کے حل کے لیے قرآنی شعور پر مبنی افکار سے نوجوانوں کو آگاہ کرنا۔ گرمیوں کی تعلیمی تعطیلات میں ملک بھر کے نوجوانوں کے لیے بڑا موقع ہے کہ وہ اس دورۂ تفسیر سے بھرپور استفادہ کریں۔ اس دورۂ تفسیر میں ملک بھر کے چنیدہ مفتیانِ کرام، دانش ورانِ عظام، پروفیسرز اور ڈاکٹرز حضرات قرآنی موضوعات پر لیکچرز دیں گے۔ ملک بھر سے نوجوان تعلیم یافتہ طلبا اور باشعور حضرات شرائط کے مطابق اس میں داخلہ لے سکتے ہیں۔ اور قرآنی شعور و فکر سے آگہی کے لیے کوشش فرمائیں۔

تقریبِ تکمیل بخاری شریف

ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور میں دورۂ حدیث شریف کی کلاس ہوتی ہے۔ اس کی اہم ترین کتاب ''بخاری شریف'' کی تکمیل کے لیے ایک تقریب کا اہتمام کیا گیا ہے۔ چناں چہ مؤرخہ 27 جون 2010ء بمطابق 15 رجب المرجب 1431ھ بروز اتوار کو یہ تقریب انعقاد پذیر ہوگی۔ جس میں سلسلۂ رائے پور کے متعلقین و متوسلین اور دیگر احباب بھرپور شرکت فرمائیں گے۔

مدیرِ اعلیٰ مفتی عبدالخالق آزاد طابع و ناشر نے
اے۔ جے پرنٹرز 28/A نسبت روڈ، لاہور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ ''رحیمیہ'' رحیمیہ ہاؤس 33/A کوئینز روڈ، لاہور سے شائع کیا۔

www.rahimia.org